حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ﴿١﴾

ان کے پاس ظاہر دلیل نہ آجائے باز رہنے والے نہ تھے (وہ دلیل یہ تھی کہ)(۱)

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ﴿٢﴾

اللہ تعالیٰ کا ایک رسول[۱] جو پاک صحیفے پڑھے۔[۲] (۲)

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۭ﴿٣﴾

جن میں صحیح اور درست احکام ہوں۔[۳] (۳)

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۭ﴿٤﴾

اہل کتاب اپنے پاس ظاہر دلیل آجانے کے بعد ہی (اختلاف میں پڑ کر) متفرق ہو گئے۔[۴] (۴)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڏ حُنَفَاۗءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۭ﴿٥﴾

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا[۵] کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں۔ ابراہیم حنیف[۶] کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔[۷] (۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

بیشک جو لوگ اہل کتاب میں سے کافر ہوئے اور مشرکین

---

(۱) یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) یعنی قرآن مجید جو لوح محفوظ میں پاک صحیفوں میں درج ہے۔

(۳) یہاں کُتُبٌ سے مراد احکام دینیہ اور قَيِّمَةٌ، معتدل اور سیدھے۔

(۴) یعنی اہل کتاب، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل مجتمع تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بعثت ہو گئی، اس کے بعد یہ متفرق ہو گئے، ان میں سے کچھ مومن ہو گئے، لیکن اکثریت ایمان سے محروم ہی رہی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کو دلیل سے تعبیر کرنے میں یہی نکتہ ہے کہ آپ ﷺ کی صداقت واضح تھی جس میں مجال انکار نہیں تھی۔ لیکن ان لوگوں نے آپ ﷺ کی تکذیب محض حسد اور عناد کی وجہ سے کی۔ یہی وجہ ہے کہ، یہاں تفرق کا ارتکاب کرنے والوں میں صرف اہل کتاب کا نام لیا ہے، حالاں کہ دوسروں نے بھی اس کا ارتکاب کیا تھا، کیوں کہ یہ بہرحال علم والے تھے اور آپ ﷺ کی آمد اور صفات کا تذکرہ ان کی کتابوں میں موجود تھا۔

(۵) یعنی ان کی کتابوں میں انہیں حکم تو یہ دیا گیا تھا کہ.....

(۶) حَنِيْفٌ کے معنی ہیں، مائل ہونا، کسی ایک طرف یکسو ہونا۔ حُنَفَاۗءَ، جمع ہے۔ یعنی شرک سے توحید کی طرف اور تمام ادیان سے منقطع ہو کر صرف دین اسلام کی طرف مائل اور یکسو ہوتے ہوئے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔

(۷) الْقَيِّمَةُ محذوف موصوف کی صفت ہے۔ دِيْنُ الْمِلَّةِ الْقَيِّمَةِ أَيْ: الْمُسْتَقِيْمَةِ یا الْأُمَّةُ الْمُسْتَقِيْمَةُ الْمُعْتَدِلَةُ، یہی اس ملت یا امت کا دین ہے جو سیدھی اور معتدل ہے۔ اکثر ائمہ نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اعمال، ایمان میں داخل ہیں۔ (ابن کثیر)

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶

سب دوزخ کی آگ میں (جائیں گے) جہاں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے- یہ لوگ بدترین خلائق ہیں-[۱] (۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں-[۲] (۷)

جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸

ان کا بدلہ انکے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں جنکے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے- اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا[۳] اور یہ اس سے راضی ہوئے-[۴] یہ ہے اس کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرے-[۵] (۸)

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ

سورۂ زلزال مدنی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے-

---

(۱) یہ اللہ کے رسولوں اور اس کی کتابوں کا انکار کرنے والوں کا انجام ہے- نیز انہیں تمام مخلوقات میں بدترین قرار دیا گیا-

(۲) یعنی جو دل کے ساتھ ایمان لائے اور جنہوں نے اعضا کے ساتھ عمل کیے' وہ تمام مخلوقات سے بہتر اور افضل ہیں- جو اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ مومن بندے ملائکہ سے شرف و فضل میں بہترین ہیں- ان کی ایک دلیل یہ آیت بھی ہے- البَرِيَّةُ ' بَرَأَ (خلق) سے ہے- اسی سے اللہ کی صفت البارئ ہے- اس لیے بَرِيَّةٌ ' اصل میں بَرِيْئَةٌ ہے' ہمزہ کو یا سے بدل کر یا کا یا میں ادغام کر دیا گیا-

(۳) ان کے ایمان و طاعت اور اعمال صالحہ کے سبب- اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے- ﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ﴾ (التوبہ' ۷۲)

(۴) اس لیے کہ اللہ نے انہیں ایسی نعمتوں سے نواز دیا' جن میں ان کی روح اور بدن دونوں کی سعادتیں ہیں-

(۵) یعنی یہ جزا اور رضامندی ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے رہے اور اس ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کے ارتکاب سے بچتے رہے- اگر کسی وقت بہ تقاضائے بشریت نافرمانی ہو گئی تو فوراً توبہ کر لی اور آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کر لی' حتیٰ کہ ان کی موت اسی اطاعت پر ہوئی نہ کہ معصیت پر- اس کا مطلب ہے کہ اللہ سے ڈرنے والا' معصیت پر اصرار اور دوام نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرتا ہے' حقیقت میں اس کا دل اللہ کے خوف سے خالی ہے-

☆- اس کے مدنی اور مکی ہونے میں اختلاف ہے' اس کی فضیلت میں متعدد روایات منقول ہیں لیکن ان میں سے کوئی روایت صحیح نہیں ہے-

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ①

جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی۔[1] (۱)

وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ②

اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔[2] (۲)

وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ③

انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟[3] (۳)

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ④

اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی۔[4] (۴)

بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ⑤

اس لیے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہو گا۔[5] (۵)

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ⑥

اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (واپس) لوٹیں[6]
گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔[7] (٦)

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ⑦

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ

---

(۱) اس کا مطلب ہے سخت بھونچال سے ساری زمین لرز اٹھے گی اور ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی' یہ اس وقت ہو گا' جب پہلا نفخہ پھونکا جائے گا۔

(۲) یعنی زمین میں جتنے انسان دفن ہیں' وہ زمین کا بوجھ ہیں' جنہیں زمین قیامت والے دن باہر نکال پھینکے گی۔یعنی اللہ کے حکم سے سب زندہ ہو کر باہر نکل آئیں گے۔یہ دوسرے نفخے میں ہو گا' اسی طرح زمین کے خزانے بھی باہر نکل آئیں گے۔

(۳) یعنی دہشت زدہ ہو کر کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے' یہ کیوں اس طرح ہل رہی ہے اور اپنے خزانے اگل رہی ہے۔

(۴) یہ جواب شرط ہے۔حدیث میں ہے' نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور پوچھا' جانتے ہو' زمین کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا' اس کی خبریں یہ ہیں کہ جس بندے یا بندی نے زمین کی پشت پر جو کچھ کیا ہو گا' اس کی گواہی دے گی۔کہے گی فلاں فلاں شخص نے فلاں فلاں عمل' فلاں فلاں دن میں کیا تھا''۔(ترمذی' أبواب صفة القيامة وتفسير سورة إذا زلزلت۔مسند أحمد' ۲/ ۳۷۴)

(۵) یعنی زمین کو یہ قوت گویائی اللہ عطا فرمائے گا' اس لیے اس میں تعجب والی بات نہیں ہے' جس طرح انسانی اعضا میں اللہ تعالیٰ یہ قوت پیدا فرما دے گا' زمین کو بھی اللہ تعالیٰ متکلم بنا دے گا اور وہ اللہ کے حکم سے بولے گی۔

(٦) يَصْدُرُ، يَرْجِعُ (لوٹیں گے) یہ ورود کی ضد ہے۔یعنی قبروں سے نکل کر موقف حساب کی طرف' یا حساب کے بعد جنت اور دوزخ کی طرف لوٹیں گے۔ أَشْتَاتًا' متفرق' یعنی ٹولیاں ٹولیاں۔بعض بے خوف ہوں گے' بعض خوف زدہ' بعض کے رنگ سفید ہوں گے جیسے جنتیوں کے ہوں گے اور بعض کے رنگ سیاہ' جو ان کے جہنمی ہونے کی علامت ہو گی۔بعض کا رخ دائیں جانب ہو گا تو بعض کا بائیں جانب۔یا یہ مختلف گروہ ادیان و مذاہب اور اعمال و افعال کی بنیاد پر ہوں گے۔

(۷) یہ متعلق ہے يَصْدُرُ کے یا اس کا تعلق أَوْحَىٰ لَهَا سے ہے۔یعنی زمین اپنی خبریں اس لیے بیان کرے گی تاکہ انسانوں کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸

لے گا۔[1] (۷)

اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔[2] (۸)

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ

سورۂ عادیات مکی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱

ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم![3] (۱)

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲

پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی قسم![4] (۲)

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳

پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی قسم[5] (۳)

---

(۱) پس وہ اس سے خوش ہو گا۔

(۲) وہ اس پر سخت پشیمان اور مضطرب ہو گا۔ ذَرَّةٍ بعض کے نزدیک چیونٹی سے بھی چھوٹی چیز ہے۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں' انسان زمین پر ہاتھ مارتا ہے' اس سے اس کے ہاتھ پر جو مٹی لگ جاتی ہے' وہ ذرہ ہے۔ بعض کے نزدیک سوراخ سے آنے والی سورج کی شعاعوں میں گردو غبار کے جو ذرات سے نظر آتے ہیں' وہ ذرہ ہے۔ لیکن امام شوکانی نے پہلے معنی کو اولیٰ کہا ہے۔ امام مقاتل کہتے ہیں کہ یہ سورت ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جن میں سے ایک شخص' سائل کو تھوڑا سا صدقہ دینے میں تامل کرتا اور دوسرا شخص چھوٹا گناہ کرنے میں کوئی خوف محسوس نہ کرتا تھا۔ (فتح القدیر)

(۳) عَادِيَاتٌ' عَادِيَةٌ کی جمع ہے۔ یہ عَدُوٌّ سے ہے جیسے غَزْوٌ ہے۔ غَازِيَاتٌ کی طرح اس کے واؤ کو بھی یا سے بدل دیا گیا ہے۔ تیز رو گھوڑے۔ ضَبْحٌ کے معنی بعض کے نزدیک ہانپنا اور بعض کے نزدیک ہنہنانا ہے۔ مراد وہ گھوڑے ہیں جو ہانپتے یا ہنہناتے ہوئے جہاد میں تیزی سے دشمن کی طرف دوڑتے ہیں۔

(۴) مُوْرِيَاتٌ، إِيْرَاءٌ سے ہے۔ آگ نکالنے والے۔ قَدْحٌ کے معنی ہیں۔ صَكٌّ چلنے میں گھٹنوں یا ایڑیوں کا ٹکرانا' یا ٹاپ مارنا۔ اسی سے قَدْحٌ بِالزِّنَادِ ہے۔ چقماق سے آگ نکالنا۔ یعنی ان گھوڑوں کی قسم جن کی ٹاپوں کی رگڑ سے پتھروں سے آگ نکلتی ہے' جیسے چقماق سے نکلتی ہے۔

(۵) مُغِيْرَاتٌ، أَغَارَ يُغِيْرُ سے ہے' شب خون مارنے یا دھاوا بولنے والے۔ صُبْحًا صبح کے وقت' عرب میں عام طور پر حملہ اسی وقت کیا جاتا تھا' شب خون تو وہ مارتے ہیں جو فوجی گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں' لیکن اس کی نسبت گھوڑوں کی

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾
پس اس وقت گرد و غبار اڑاتے ہیں۔[1] (۴)

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾
پھر اسی کے ساتھ فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں۔[2] (۵)

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾
یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔[3] (۶)

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾
اور یقیناً وہ خود بھی اس پر گواہ ہے۔[4] (۷)

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۗ﴿۸﴾
یہ مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے۔[5] (۸)

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾
کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں جب قبروں میں جو (کچھ) ہے نکال لیا جائے گا۔[6] (۹)

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾
اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی۔[7] (۱۰)

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۧ﴿۱۱﴾
بیشک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہو گا۔[8] (۱۱)

طرف اس لیے کی ہے کہ دھاوا بولنے میں فوجیوں کے یہ بہت زیادہ کام آتے ہیں۔

(۱) اَثَارَ، اڑانا۔ نَقْعٌ، گرد و غبار۔ یعنی یہ گھوڑے جس وقت تیزی سے دوڑتے یا دھاوا بولتے ہیں تو اس جگہ پر گرد و غبار چھا جاتا ہے۔

(۲) فَوَسَطْنَ، درمیان میں گھس جاتے ہیں۔ اس وقت، یا حالت گرد و غبار میں۔ جَمْعًا دشمن کے لشکر۔ مطلب ہے کہ اس وقت، یا جب کہ فضا گرد و غبار سے اٹی ہوئی ہے، یہ گھوڑے دشمن کے لشکروں میں گھس جاتے ہیں اور گھمسان کی جنگ کرتے ہیں۔

(۳) یہ جواب قسم ہے۔ انسان سے مراد کافر، یعنی بعض افراد ہیں۔ كَنُوْدٌ بمعنی كَفُوْرٌ، ناشکرا۔

(۴) یعنی انسان خود بھی اپنی ناشکری کی گواہی دیتا ہے۔ بعض لَشَهِيْدٌ کا فاعل اللہ کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن امام شوکانی نے پہلے مفہوم کو راجح قرار دیا ہے، کیوں کہ مابعد کی آیات میں ضمیر کا مرجع انسان ہی ہے۔ اس لیے یہاں بھی انسان ہی ہونا زیادہ صحیح ہے۔

(۵) خَيْرٌ سے مراد مال ہے، جیسے ﴿اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ﴾ (البقرة، ۱۸۰) میں ہے معنی واضح ہیں۔ ایک دوسرا مفہوم یہ ہے کہ نہایت حریص اور بخیل ہے جو مال کی شدید محبت کا لازمی نتیجہ ہے۔

(۶) بُعْثِرَ، نُثِرَ وَبُعِثَ یعنی قبروں کے مردوں کو زندہ کر کے اٹھا کھڑا کر دیا جائے گا۔

(۷) حُصِّلَ، مُيِّزَ وَبُيِّنَ یعنی سینوں کی باتوں کو ظاہر اور کھول دیا جائے گا۔

(۸) یعنی جو رب ان کو قبروں سے نکال لے گا، ان کے سینوں کے رازوں کو ظاہر کر دے گا، اس کے متعلق ہر شخص

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

اَلْقَارِعَةُ ۝۱

مَا الْقَارِعَةُ ۝۲

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶

سورۂ قارعہ مکی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

کھڑکھڑا دینے والی۔(۱)

کیا[1] ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی۔(۲)

تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے۔(۳)

جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔[2] (۴)

اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔[3] (۵)

پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے۔[4] (۶)

جان سکتا ہے کہ وہ کتنا باخبر ہے؟ اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ پھر وہ ہر ایک کو اس کے عملوں کے مطابق اچھی یا بری جزا دے گا۔ یہ گویا ان اشخاص کو تنبیہ ہے جو رب کی نعمتیں تو استعمال کرتے ہیں، لیکن اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے، اس کی ناشکری کرتے ہیں۔ اسی طرح مال کی محبت میں گرفتار ہو کر مال کے وہ حقوق ادا نہیں کرتے جو اللہ نے اس میں دوسرے لوگوں کے رکھے ہیں۔

(۱) یہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جیسے اس سے قبل اس کے متعدد نام گزر چکے ہیں، مثلاً اَلْحَآقَّةُ الطَّآمَّةُ، الصَّآخَّةُ، اَلْغَاشِيَةُ، السَّاعَةُ، اَلْوَاقِعَةُ وغیرہ۔ اَلْقَارِعَةُ، اسے اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنی ہولناکیوں سے دلوں کو بیدار اور اللہ کے دشمنوں کو عذاب سے خبردار کر دے گی، جیسے دروازہ کھٹکھٹانے والا کرتا ہے۔

(۲) فَرَاشٌ، مچھر اور شمع کے گرد منڈلانے والے پرندے وغیرہ۔ مَبْثُوْثٌ، منتشر اور بکھرے ہوئے۔ یعنی قیامت والے دن انسان بھی پروانوں کی طرح پراگندہ اور بکھرے ہوئے ہوں گے۔

(۳) عِهْنٌ، اس اون کو کہتے ہیں جو مختلف رنگوں کے ساتھ رنگی ہوئی ہو، مَنْفُوْشٌ، دھنی ہوئی۔ یہ پہاڑوں کی وہ کیفیت بیان کی گئی ہے جو قیامت والے دن انکی ہو گی۔ قرآن کریم میں پہاڑوں کی یہ کیفیت مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے، جسکی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ اب آگے ان دو فریقوں کا اجمالی ذکر کیا جا رہا ہے جو قیامت والے دن اعمال کے اعتبار سے ہوں گے۔

(۴) مَوَازِيْنُ، مِيْزَانٌ کی جمع ہے۔ ترازو، جس میں صحائف اعمال تولے جائیں گے۔ جیسا کہ اس کا ذکر سورۂ اعراف۔ آیت ۸

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٧

وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہو گا۔[1] (۷)

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝٨

اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔[2] (۸)

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝٩

اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے۔[3] (۹)

وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝١٠

تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے۔[4] (۱۰)

نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١

وہ تند و تیز آگ (ہے)۔[5] (۱۱)

سُورَةُ التَّكَاثُرِ

سورۂ تکاثر مکی ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سورۂ کہف (۱۰۵) اور سورۂ انبیاء (۴۷) میں بھی گزرا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں یہ میزان نہیں' موزون کی جمع ہے یعنی ایسے اعمال جن کی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت اور خاص وزن ہو گا۔ (فتح القدیر) لیکن پہلا مفہوم ہی راجح اور صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی اور وزن اعمال کے وقت ان کی نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

(۱) یعنی ایسی زندگی' جس کو وہ صاحب زندگی پسند کرے گا۔

(۲) یعنی جس کی برائیاں نیکیوں پر غالب ہوں گی' اور برائیوں کا پلڑا بھاری اور نیکیوں کا ہلکا ہو گا۔

(۳) هَاوِيَةٌ جہنم کا نام ہے' اس کو ہاویہ اس لیے کہتے ہیں کہ جہنمی اس کی گہرائی میں گرے گا۔ اور اس کو أُمٌّ (ماں) سے اس لیے تعبیر کیا کہ جس طرح انسان کے لیے ماں' جائے پناہ ہوتی ہے اسی طرح جہنمیوں کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ بعض کہتے ہیں کہ ام کے معنی دماغ کے ہیں۔ جہنمی' جہنم میں سر کے بل ڈالے جائیں گے۔ (ابن کثیر)

(۴) یہ استفہام اس کی ہولناکی اور شدت عذاب کو بیان کرنے کے لیے ہے کہ وہ انسان کے وہم و تصور سے بالا ہے' انسانی علوم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور اس کی کنہ نہیں جان سکتے۔

(۵) جس طرح حدیث میں ہے کہ انسان دنیا میں جو آگ جلاتا ہے' یہ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے' جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ۶۹ درجہ زیادہ ہے۔ (صحیح بخاری' کتاب بدء الخلق' باب صفة النار وأنها مخلوقة۔ مسلم' کتاب الجنة' باب في شدة حر نار جهنم) ایک اور حدیث میں ہے کہ ”آگ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ میرا ایک حصہ دوسرے حصے کو کھائے جا رہا ہے' اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت فرما دی۔ ایک سانس گرمی میں اور ایک سانس سردی میں پس جو سخت سردی ہوتی ہے یہ اس کا ٹھنڈا سانس ہے' اور نہایت سخت گرمی جو پڑتی ہے' وہ جہنم کا گرم سانس ہے“۔ (بخاری' کتاب و باب مذکور) ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب گرمی زیادہ سخت ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو' اس لیے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔ (حوالہ

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ①

زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا۔[(۱)] (۱)

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ②

یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔[(۲)] (۲)

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③

ہرگز نہیں[(۳)] تم عنقریب معلوم کر لو گے۔(۳)

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ④

ہرگز نہیں پھر تمہیں جلد علم ہو جائے گا۔[(۴)] (۴)

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ⑤

ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو۔[(۵)] (۵)

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ⑥

تو بیشک تم جہنم دیکھ لو گے۔[(۶)] (۶)

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ⑦

اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔[(۷)] (۷)

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ⑧

پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہو گا۔[(۸)] (۸)

مذکور، مسلم، کتاب المساجد)

(۱) اَلْهٰى يُلْهِىْ کے معنی ہیں، غافل کر دینا۔ تَكَاثُرٌ، زیادتی کی خواہش۔ یہ عام ہے، مال، اولاد، اعوان و انصار اور خاندان و قبیلہ وغیرہ، سب کو شامل ہے۔ ہر وہ چیز، جس کی کثرت انسان کو محبوب ہو اور کثرت کے حصول کی کوشش و خواہش اسے اللہ کے احکام اور آخرت سے غافل کر دے۔ یہاں اللہ تعالیٰ انسان کی اسی کمزوری کو بیان کر رہا ہے، جس میں انسانوں کی اکثریت ہر دور میں مبتلا رہی ہے۔

(۲) اس کا مطلب ہے کہ حصول کثرت کے لیے محنت کرتے کرتے، تمہیں موت آگئی، اور تم قبروں میں جا پہنچے۔

(۳) یعنی تم جس تکاثر و تفاخر میں ہو، یہ صحیح نہیں۔

(۴) اس کا انجام عنقریب تم جان لو گے، یہ بطور تاکید دو مرتبہ فرمایا۔

(۵) اس کا جواب محذوف ہے۔ مطلب ہے کہ اگر تم اس غفلت کا انجام اس طرح یقینی طور پر جان لو، جس طرح دنیا کی کسی دیکھی بھالی چیز کا تمہیں یقین ہوتا ہے تو تم یقیناً اس تکاثر و تفاخر میں مبتلا نہ ہو۔

(۶) یہ قسم محذوف کا جواب ہے یعنی اللہ کی قسم تم جہنم ضرور دیکھو گے یعنی اس کی سزا بھگتو گے۔

(۷) پہلا دیکھنا دور سے ہو گا، یہ دیکھنا قریب سے ہو گا، اسی لیے اسے عَيْنُ الْيَقِيْنِ (جس کا یقین مشاہدۂ عینی سے حاصل ہو) کہا گیا۔

(۸) یہ سوال ان نعمتوں کے بارے میں ہو گا، جو اللہ نے دنیا میں عطا کی ہوں گی۔ جیسے آنکھ، کان، دل، دماغ، امن و صحت، مال و دولت اور اولاد وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں، یہ سوال صرف کافروں سے ہو گا۔ بعض کہتے ہیں، ہر ایک سے ہی ہو گا کیوں کہ محض سوال مستلزم عذاب نہیں۔ جنہوں نے ان نعمتوں کا استعمال اللہ کی ہدایات کے مطابق کیا ہو گا، وہ سوال کے باوجود عذاب سے محفوظ رہیں گے، اور جنہوں نے کفران نعمت کا ارتکاب کیا ہو گا، وہ دھر لیے جائیں گے۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ

سورۂ عصر مکی ہے اور اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ①

زمانے کی قسم۔ (۱) (۱)

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ②

بیشک (بالیقین) انسان سرتا سر نقصان میں ہے۔ (۲) (۲)

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل (۳) کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی (۴) اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔ (۵) (۳)

---

(۱) زمانے سے مراد، شب و روز کی یہ گردش اور ان کا ادل بدل کر آنا ہے۔ رات آتی ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے اور دن طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز روشن ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں کبھی رات لمبی، دن چھوٹا اور کبھی دن لمبا، رات چھوٹی ہو جاتی ہے۔ یہی مرور ایام، زمانہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کاریگری پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لیے رب نے اس کی قسم کھائی ہے۔ یہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے لیکن انسانوں کے لیے اللہ کی قسم کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

(۲) یہ جواب قسم ہے۔ انسان کا خسارہ اور ہلاکت واضح ہے کہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے، اس کے شب و روز سخت محنت کرتے ہوئے گزرتے ہیں پھر جب موت سے ہم کنار ہوتا ہے تو موت کے بعد بھی آرام و راحت نصیب نہیں ہوتی، بلکہ وہ جہنم کا ایندھن بنتا ہے۔

(۳) ہاں اس خسارے سے وہ لوگ محفوظ ہیں جو ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں، کیوں کہ ان کی زندگی چاہے جیسی بھی گزری ہو، موت کے بعد وہ بہرحال ابدی نعمتوں اور جنت کی پر آسائش زندگی سے بہرہ ور ہوں گے۔ آگے اہل ایمان کی مزید صفات کا تذکرہ ہے۔

(۴) یعنی اللہ کی شریعت کی پابندی اور محرمات و معاصی سے اجتناب کی تلقین۔

(۵) یعنی مصائب و آلام پر صبر، احکام و فرائض شریعت پر عمل کرنے میں صبر، معاصی سے اجتناب پر صبر، لذات و خواہشات کی قربانی پر صبر، صبر بھی اگرچہ تواصی بالحق میں شامل ہے، تاہم اسے خصوصیت سے الگ ذکر کیا گیا، جس سے اس کا شرف و فضل اور خصال حق میں اس کا ممتاز ہونا واضح ہے۔

سُورَةُ الهُمَزَة

سورۂ ھمزۃ مکی ہے اور اس میں نو آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔(۱) (۱)

الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢

جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔(۲) (۲)

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝٣

وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔(۳) (۳)

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤

ہرگز نہیں(۴) یہ تو ضرور توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔(۵) (۴)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥

اور تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہوگی؟(۶) (۵)

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦

وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی۔(۶)

---

(۱) هُمَزَةٌ اور لُمَزَةٌ، بعض کے نزدیک ہم معنی ہیں۔ بعض اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔ هُمَزَةٌ وہ شخص ہے جو رو در رو برائی کرے اور لُمَزَةٌ، وہ جو پیٹھ پیچھے غیبت کرے۔ بعض اس کے برعکس معنی کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں هَمْزٌ، آنکھوں اور ہاتھوں کے اشارے سے برائی کرنا ہے اور لَمْزٌ زبان سے۔

(۲) اس سے مراد یہی ہے کہ جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا یعنی سینت سینت کر رکھنا اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا۔ ورنہ مطلق مال جمع کر کے رکھنا مذموم نہیں ہے۔ یہ مذموم اسی وقت ہے جب زکوٰۃ و صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا اہتمام نہ ہو۔

(۳) أَخْلَدَهُ کا زیادہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا" یعنی یہ مال، جسے وہ جمع کر کے رکھتا ہے، اس کی عمر میں اضافہ کر دے گا اور اسے مرنے نہیں دے گا۔

(۴) یعنی معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا اس کا زعم اور گمان ہے۔

(۵) ایسا بخیل شخص حطمہ میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ بھی جہنم کا ایک نام ہے، توڑ پھوڑ دینے والی۔

(۶) یہ استفہام اس کی ہولناکی کے بیان کے لیے ہے، یعنی وہ اتنی ہولناک آگ ہوگی کہ تمہاری عقلیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور تمہارا فہم و شعور اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔